اُردو غزل پر پنجابی تہذیب کے اثرات

ڈاکٹر صائمہ علی
اسسٹنٹ پروفیسر (اُردو)
یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لوئر مال کیمپس، لاہور

IMPRINTS OF PUNJABI CULTURE ON URDU GHAZAL

Saima Ali, PhD
Assistant Professor of Urdu
University of Education, Lower Mall Campus, Lahore

Abstract

The Punjab has been the habitat of people belonging to different ethnic backgrounds, religions and creeds. This all made Punjab's culture unique and rich. It is chiefly distinguished for its spiritual luminaries. Muslim saints and legends have enjoyed the status of stardom in the history. People of Punjab have always participated in the social activities irrespective of their religious and philosophical inclinations. Punjabi culture has also influenced Urdu poetry in general and Urdu Ghazal in particular. This article analyses and discusses the effects of Punjabi culture on Urdu Ghazal.

Keywords:

اُردو، پنجابی، غزل، تہذیب، تصوف، پنجاب، لاہور، جھنگ، بہاولپور، حمیداللہ ہاشمی

پنجاب کا شمار دنیا کی قدیم ترین تہذیبوں میں ہوتا ہے۔دنیا کی پہلی دستیاب کتاب رگ وید اسی خطے میں لکھی گئی۔دنیا کے بڑے مذاہب نے یہاں نشو ونما پائی۔آریاؤں نے اسے اپنا مسکن بنایا۔ہندو مذہب کے مظاہر یہاں عام ملتے ہیں۔بُدھ مت کو بھی یہاں فروغ ملا۔مسلم فاتحین کے ساتھ اسلام یہاں پہنچا لیکن اس کے فروغ میں بنیادی کردار صوفیا نے ادا کیا۔بھگتی تحریک اگرچہ جنوبی ہند سے شروع ہوئی لیکن پنجاب میں اسے بہت مقبولیت ملی۔بابا گرونانک کی تعلیمات نے اسی دھرتی پر سکھ مذہب کی بنیاد رکھی۔ان تمام مذاہب اور اعتقادات کے باوجود پنجاب کا تہذیبی مزاج وسیع المشربی اور رواداری کا ہے۔یہ کسی مذہب یا فرقے سے وابستہ نہیں۔یہاں مختلف عقائد کے لوگ مل جل کر محبت سے رہتے آئے ہیں۔

پنجاب کا نام بھی تاریخی یا مذہبی نہیں بلکہ جغرافیائی ہے جس کا مطلب ''پانچ دریاؤں کی سرزمین'' ہے۔اسلام کی آمد کے بعد مسلم صوفیا اور بزرگانِ دین نے اسے رشد وہدایت کا مرکز بنایا جن کی تعلیمات صرف مسلمانوں کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کے لیے تھیں۔یہی وجہ ہے کہ مقامی لوگوں کی کثیر تعداد نے ان سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔اس خطے میں علی بن عثمان المعروف گنج بخش،فرید الدین گنج شکر، بہاءالدین زکریا، شاہ حسین، میاں محمد میر، سلطان باہو، بلھے شاہ، مادھولال حسین اور خواجہ فرید رحمۃ اللہ علیہم جیسے صوفیا نے عوام میں دوستی محبت اور مساوات کے جذبات کو فروغ دیا۔تصوف کی تعلیمات نے اس خطے کے مزاج کو متعین کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔قاضی جاوید اس کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''یہ وحدت الوجود کا فلسفہ یا وحدت الوجودی مابعد الطبیعات ہے جس نے اہلِ پنجاب کے ذہنی اور تہذیبی رویوں کی تشکیل میں بنیاد کا کام دیا ہے یہی وہ مابعد الطبیعاتی اصول ہے جس نے اس علاقے کی صدیوں کی تاریخ میں مختلف گروہوں کو باہمی تضادات کی شدت کو قابو میں رکھنے اور مل جل کر رہنے کے قابل بنایا۔''(۱)

صوفیانہ فکر جس طرح پنجاب میں مقبول ہے اردو شاعری میں اس کے اثرات نظر آتے ہیں۔غزل جیسی صنف جو خارجی اثرات کو بڑی مشکل سے قبول کرتی ہے، میں بھی اس کی عکاسی نظر آتی ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ

صوفیا میں سب سے اہم نام علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخشؒ کا ہے جو نہ صرف پنجاب بلکہ ہندوستان کی سب سے بڑی روحانی شخصیت ہیں۔لاہور میں ان کا مزار مرجع خلائق ہے جہاں دن رات عوام کا ہجوم ظاہر کرتا ہے کہ ان کا فیض صدیوں بعد بھی جاری ہے۔اُن کی کتاب ''کشف المحجوب'' ان کی تعلیمات کا بہترین اظہار ہے۔عوام کے ساتھ خواص بھی ان سے متاثر ہیں۔مشہور روایت ہے کہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے چالیس دن داتا کے مزار پر چلہ کشی کی تھی۔لاہور میں ان کے مزار اقدس کا ہونا اہلِ لاہور کی خوش قسمتی ہے۔

اُن کی نسبت سے لاہور کو" داتا کی نگری" بھی کہا جاتا ہے ان سے عقیدت کا یہ انداز اردو غزل میں بھی نظر آتا ہے:

داتا کی نگری میں ناصر
میں جاگوں یا داتا جاگے(۲)
سخن میں رنگ جس انوار کے ہیں
وہ سب غزنی کے اس دلدار کے ہیں
فقط لاہور ہی ان کا نہیں ہے
یہ سب خطے مرے سردار کے ہیں(۳)

حضرت سلطان باہوؒ(۱۶۲۹ء۔۱۶۹۱ء)

حضرت سلطان باہوؒ کا شمار برِصغیر کے عظیم صوفیائے کرام میں ہوتا ہے۔آپ شورکوٹ، جھنگ میں پیدا ہوئے اور اسی علاقے کو ہدایت کا مرکز بنایا۔ان کے نام میں باہو کا مطلب باخدا یا وصلِ خدا کے معنوں میں ہے۔آپ کی شاعری کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ان کے ہر مصرعے کے اختتام پر "ہُو" کا لفظ ہوتا ہے جو اللہ ھو کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مثلاً:

الف اللہ چنبے دی بوٹی مرشد من وچ لائی ہُو
دل دریا سمندروں ڈونگے کون دلاں دیاں جانے ہُو

سلطان باہوؒ کے اس شعری انداز کو اردو شعرا نے بھی اپنایا ہے۔اردو غزل میں اس کی پیروی دیکھیے:

سیدھے من کو آن دبوچیں موہنی صورت میٹھے بول
میر، نظیر، کبیر اور انشا سارا ایک گھرانہ ہُو(۴)
نہ ہُنر ہے نہ کوئی گُن مرے باہُو باہُو
نعرہ گم زدگاں سُن مرے باہُو باہُو(۵)
لال لہو فوارہ ہُو
یار نے خنجر مارا ہُو
یار مرے نے آتش لائی
من اندر شکار ہُو(۶)

حضرت سلطان کی شخصیت،کردار افکار کا ذکر اردو غزل میں کچھ یوں ملتا ہے:

ہم عقیدہ نہیں رکھتے کسی سادھو کی طرح
اپنی درویشی ہے سلطانی باہو کی طرح(۷)

کیونکر نہ معطر ہو مشامِ دل خالد
چھپے کی کلی ہے سخنِ حضرت باہو(۸)

خواجہ غلام فریدؒ(۱۸۴۵ء۔۱۹۰۱ء)

آپ بہاولپور میں پیدا ہوئے۔آپ نے بیسویں صدی میں آنکھ کھولی اور جدید سیاسی و معاشرتی مسائل کے مطابق مسلم عوام کی رہنمائی کی۔جنوبی پنجاب میں''روہی''جیسے گمنام علاقے کو اپنی شاعری کے زور پر تاریخ میں امر کردیا۔حمید اللہ ہاشمی کے مطابق:

''انھوں نے ویرانی کے مفہوم کو بدل دیا۔خشک و بے آب ریگستان جو وحشت اور ویرانی کی علامت تھا محبت اور وارفتگی کا نشان بن گیا۔''(۹)

خواجہ صاحب کی شاعری میں صحرا کی علامت بہت ابھر کر سامنے آئی ہے۔جنوبی پنجاب کے صحرائی علاقے کو انھوں نے اپنی شاعری میں مجسم کردیا ہے جدید غزل میں اس کا انداز دیکھیے:

روہی دیس کے گیت سنانے سانول تم کب آؤ گے
پیر فرید کی یاد منانے سانول تم کب آؤ گے(۱۰)
ارشد ہے میر و مومن و غالب کا رنگ خوب
دیتا ہے لطف اور ہی لیکن فرید رنگ(۱۱)

خواجہ فرید کی کافیاں لافانی شہرت کی حامل ہیں ان کافیوں میں جنوبی پنجاب کا صحرائی پس منظر، پھل پھول، محبوب کا سراپا، عاشق کی کیفیات تصوف کے رنگ میں مدغم ہو کر منفرد اثر پیدا کرتے ہیں۔ان کی مشہور کافی ہے:

پیلو پکیاں وے پکیاں نی وے   آچنوں رل یار
یار گیا تے ول نہ آیا
پتہ نہ دسیا خط نہ پایا
امیر او لدار
آساں رکھیاں وے رکھیاں نی وے   آچنوں رل یار

اس کافی نے جنوبی پنجاب کے پس منظر اور پیلو کے پھل کو پنجاب سے باہر بھی مقبول کیا ہے۔اردو غزل میں اس کا ذکر دیکھیے:

گلشن میں بہار آئے شگوفہ بہ شگوفہ
چل روہی کو اے یار بہ وچل پکے پیلو(۱۲)

اردو غزل میں خواجہ فرید کے اثرات کے متعلق شوکمار لکھتے ہیں:

"اس شعر میں روہی اور پیلو ہمیں بغداد الجدید (پاکستان) کے گرم خطے کی طرف لے جاتے ہیں۔ جہاں ہمیں خواجہ فرید کے نغموں کی گونج سنائی دیتی ہے اور روہی کے علاقے کے ساتھ جو روایتی قصے منسوب ہیں ان کی یاد دل میں تازہ ہو جاتی ہے۔ پیلو اس علاقے کی گرمیوں کا پھل ہے۔ تپتی دوپہر میں "شاہ زور جوانیاں" مل کر پیلو کی جھاڑیوں میں پیلو ٹوٹ توڑ کے اکٹھے کرتی ہیں اور اونچی آوازں میں فرید کے نغمے گاتی ہیں۔ اس پس منظر میں خالد کا یہ شعر دل میں کتنی ہی بھولی بسری کہانیوں کو تازہ کر دیتا ہے۔" (۱۳)

اس اقتباس سے جدید غزل پر خواجہ فرید کی شاعری کے اثرات کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کی کافی کو غزل گو محبوب کے لیے تشبیہ کے طور پر بھی استعمال کرتے ہیں:

ساجد میں اس کے حسن کی تعریف کیا لکھوں
کافی ہے جیتی جاگتی خواجہ فرید کی (۱۴)

غزل میں ان کے علاوہ دوسرے صوفیا کرام کی شخصیات، تعلیمات اور علامات کا ذکر بھی ملتا ہے مثلاً:

دل کے اندر ناچ رہے ہیں کتنے شاہ حسین
میرے عشق کی پھوٹی ہے اب روشن لال کپاس (۱۵)

چھوڑ کے تلک آباد کو دل دریا کو کوچے
بلھے شاہ سے پوچھئے مستی کی منجدھار کا (۱۶)

کیوں نہ اس کی چھوٹ ہو مادھو لال حسین پر
شہ بہلول کے ہاتھ میں ہاتھ ہے میرے یار کا

جنوبی پنجاب کا علاقہ اپنے صحرائی منظرنامے کی وجہ سے باقی پنجاب سے بہت مختلف ہے۔ یہاں ویسی ہریالی، شادابی زرخیزی نہیں لیکن اس کا صحرائی حسن اپنے اندر ایک کشش رکھتا ہے جس کا ذکر غزل میں بطور تشبیہ بھی ملتا ہے:

یہ دل کہ تھا سرسبز کھیتیوں کی طرح
سلگ رہا ہے جھلتے ہوئے تھلوں کی طرح (۱۷)

خلیل رام پوری کا تعلق رام پور سے تھا لیکن وہ بسلسلۂ ملازمت بھکر میں مقیم رہے وہ یہاں کے صحرائی پس منظر کی یوں تعریف کرتے ہیں:

گلزاروں میں بسنے والے بھکر شہر بھی دیکھ
تھل کا ریگستان بھی ہے گدڑی میں لعل لیئے (۱۸)

انھی اثرات کے تحت اردو غزل میں ایرانی منظر نامہ دکھائی دیتا ہے۔ ان کے چشموں، جھیلوں، مرغزاروں خوشنما پھولوں کے مقابلے میں صحرائی درختوں، پودوں، پھلوں، پھولوں کا ذکر کیا ہے لیکن اپنی بہار دکھاتا ہے:

سامنے آتے مجھے آتی ہے لاج
پیلو چننے میں دوپٹہ پھٹ گیا (۱۹)
پیا آئیں سکھی دعا کرنا
بن میں پھر پھولنے لگا کرنا (۲۰)
ہرے شیشم کا سارا سونا اپنے پاس رکھا
مجھے رزق دیئے ہیں دشتِ پیلو اور کریر اس نے (۲۱)

آخر الذکر شعر میں صحرائی درختوں کو غم کی علامت کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اردو غزل میں پنجاب کی تہذیبی وثقافتی زندگی کے بہت سے رنگ بھی سموئے نظر آتے ہیں مثلاً پنجابی میں محبوب کو ماہیا یا ماہی کہا جاتا ہے۔ حمید اللہ ہاشمی کے مطابق ''ماہیا دراصل محبوب کو کہا جاتا ہے اور قیاس ہے کہ یہ لفظ ''ماہی'' سے نکلا ہے جس کا مطلب ہے چاند یا بھینس چرانے والا یا مویشیوں کا رکھوالا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ ''مہینوال'' سے بگڑ کر ماہیا بنا ہو، ماہیا اور ماہی دونوں سے مراد محبت کرنے والا ہے چونکہ رانجھا ہیر کی محبت میں اور مہینوال سوہنی کی محبت میں اس کے باپ کے مویشیوں کا رکھوالا یا ماہی بن گیا تھا اس لیے مستقل طور پر اس لفظ کے معنی محبت کرنے والا مقرر ہو گئے۔'' (۲۲)

پنجابی میں محبوب کے لیے ڈھول یا ڈھولا کا لفظ بھی رائج ہے۔ محبوب کے لیے پنجابی الاصل ڈھول، ڈھولا، ماہیا، ماہی جیسے مترادفات اردو غزل میں بھی نظر آتے ہیں مثلاً:

انت مری بولی پنجابی
آمل آمل ڈھولن ماہی (۲۳)
ساری رات آنکھوں میں کاٹی اک مٹیارنے یوں جیسے
اس کا ماہی آ جائے گا صبح کی پہلی گاڑی سے (۲۴)

ڈاکٹر جمیل جالبی اردو اور پنجابی کے اشتراک کے متعلق لکھتے ہیں:

''اردو اور پنجاب شروع ہی سے اس طرح ایک لفظ کے دو رُخ ہیں جس طرح اُردو اور پنجابی ایک زبان کے دو روپ ہیں۔'' (۲۵)

انور سدید اردو غزل پر پنجابی کے اثرات کے متعلق لکھتے ہیں:

''اردو غزل میں پنجاب کے شعرا نے جو مختلف النوع تبدیلیاں پیدا کیں ان میں سب سے

اہم مقامی فضا، اشیا اور مظاہر کو غزل کے مزاج سے ہم آہنگ کرنے کی کاوش ہے چنانچہ پنجاب میں اردو غزل کو ایرانی مزاج سے منقطع کرانے اور عشق کے مصنوعی اور آرائشی رجحان سے نجات دلانے کی کوشش کو بالخصوص نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔"(۲۶)

پنجاب کی ثقافت متنوع خصوصیات کی حامل ہے۔ یہاں کے رسم و رواج میلے اور تہوار پنجاب سے باہر بھی مقبول ہیں مثلاً بسنت پنجاب خصوصاً لاہور کا ایسا موسمی تہوار ہے جو پوری دنیا میں مشہور ہے۔ بنیادی طور پر یہ ہندوؤں کا تہوار ہے جس میں وہ بہار کی آمد پر خوشی کا اظہار کرتے اور موسم کی مناسبت سے سرسوں کے زرد پھول مندروں میں چڑھاتے تھے۔ ان کے ساتھ رہتے ہوئے مسلمانوں نے بھی اس میں حصہ لیا اور وہ بزرگانِ دین کے مزاروں پر سرسوں کے پھول چڑھاتے۔ قیام پاکستان سے پہلے لاہور میں حضرت مادھولال حسین کے مزار پر یہ میلہ لگتا تھا۔(۲۷) اگرچہ بسنت ہندو تہوار ہے لیکن اب یہ ہندوستان کے بجائے پنجاب بالخصوص لاہور کے ساتھ مخصوص ہو گیا ہے۔ لاہور کی تہذیبی فضا میں اسے جو اہمیت حاصل ہے وہ اردو غزل میں بھی دکھائی دیتی ہے:

ہے بسنت آنے کو اڑتی پھر رہی ہیں باغ میں
تتلیوں کو رنگ کیسے اس زمانے میں لگے(۲۸)

اڑ رہے ہیں شہر میں پتنگ رنگ برنگ
جگمگا اٹھا گگن بسنت آ گئی(۲۹)

پنجابی تہذیب و ثقافت کا بہترین اظہار یہاں کی عشقیہ داستانیں ہیں۔ ہیر رانجھا، سوہنی ماہینوال، مرزا صاحباں پنجابی کے علاوہ اردو اور فارسی زبان میں بھی نظم ہوئیں جس سے اس کی شہرت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان عشقیہ داستانوں کے کرداروں کے ساتھ اس کے متعلقات مثلاً رانجھے کی بانسری، سوہنی کا کچا گھڑا جیسی علامتیں اردو غزل میں داخل ہوئیں۔ یہ موضوع اتنا وسیع ہے کہ علیحدہ مضمون کا متقاضی ہے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہوگا کہ ان داستانوں کے ذریعے اردو غزل نئے موضوعات، کیفیات اور علامات سے آشنا ہوئی۔

عمومی طور پر پنجاب کی تہذیب و ثقافت اردو غزل میں اپنا اظہار کرتی ہے مجموعی رنگ کے مقابلے میں اس کی عکاسی کم ہے لیکن اپنی گوناگوں صفات کی بدولت یہ اردو غزل کے افق کو وسیع کرتی ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) قاضی جاوید، تاریخ و تہذیب، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۱۰ء، ص ۱۴۷

(۲) ناصر کاظمی، کلیاتِ ناصر، لاہور، جہانگیر بک ڈپو، ۲۰۰۶ء، ص ۱۲۶

(۳) معین نظامی، استخارہ، لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۸ء

(۴) ابن انشاء، چاند نگر، لاہور، لاہور اکیڈمی، 1995ء

(۵) جعفر طاہر، غزلیات جعفر طاہر، فیصل آباد، مثال پبلشرز، ۲۰۰۸ء

(۶) ثروت حسین، آدھے سیارے پر، لاہور، قوسین، ۱۹۸۷ء

(۷) احسان دانش، حدیث ادب، لاہور، انجمن تعمیر ادب، س۔ن

(۸) عبدالعزیز خالد، دشت شام، کراچی، ایوان پبلشرز، ۱۹۶۵ء

(۹) حمید اللہ ہاشمی، مختصر تاریخ زبان و ادب پنجابی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۱۲ء، ص ۲۴۷

(۱۰) رشید قیصرانی، صدیوں کا سفر تھا، لاہور، ساطیر، ۱۹۹۵ء

(۱۱) ارشد ملتانی، ثبات، ملتان، بزم ثقافت، ۱۹۸۳ء

(۱۲) عبدالعزیز خالد، دشت شام، کراچی، ایوان پبلشرز، ۱۹۶۵ء

(۱۳) شوکمار پاشی، مضمون "خالد کی شاعری میں شر نگارس"، مشمولہ خالد "شخص و شاعر" لاہور، آئینہ ادب، ۱۹۷۶ء

(۱۴) اقبال ساجد، اثاثہ (کلیات)، لاہور، جنگ پبلشرز، ۱۹۹۰ء

(۱۵) افتخار قیصر، پاکستانی ادب، انتخاب شاعری، اسلام آباد، اکادمی ادبیات، ۲۰۰۹ء

(۱۶) عباس تابش، عشق آباد (کلیات)، لاہور، الحمد پبلی کیشن، ۲۰۱۱ء

(۱۷) ریاض مجید، فنون، غزل نمبر، جلد دوم، ۱۹۶۹ء

(۱۸) خلیل رام پوری، فنون، غزل نمبر، جلد دوم، ۱۹۶۹ء

(۱۹) عبدالعزیز خالد، دشت شام، کراچی، ایوان پبلشرز، ۱۹۶۵ء

(۲۰) ناصر شہزاد، بن باس، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء

(۲۱) خادم رزمی، بیسویں صدی کی اُردو شاعری، لاہور، بک ہوم، ۲۰۰۳ء

(۲۲) حمید اللہ ہاشمی، مختصر تاریخ زبان و ادب، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۹ء، ص ۱۱

(۲۳) ناصر شہزاد، بن باس، لاہور، الحمد پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء، ص ۲۱۴

(۲۴) صابر ظفر، مذہب عشق، کلیات 1، کراچی، کتاب رنگ، ۲۰۱۳ء

(۲۵) ڈاکٹر جمیل جالبی، تاریخ ادب اُردو، جلد اول، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۱۳ء، ص ۴۴۹

(۲۶) ڈاکٹر انور سدید، موضوعات، لاہور، مکتبۂ عالیہ، ۱۹۹۱ء، ص ۳۱

(۲۷) مسعود نظامی، مضمون 'میلے' مشمولہ نقوش' لاہور نمبر، ص ۷۶۳

(۲۸) منیر نیازی، کلیات منیر، لاہور، ماورا پبلشرز، ۱۹۸۶ء

(۲۹) ناصر کاظمی، کلیات ناصر، لاہور، جہانگیر بک ڈپو، ۲۰۰۶ء

✿✿✿